"حق تصنیف و طباعت کا حکم شرعی دریافت کرنے کی ایک کوشش"

از مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

ادھر کوئی نصف صدی سے جو مسائل زیر بحث ہیں ان میں "حق تالیف" اور اس کے رجسٹریشن کا مسئلہ بھی ہے۔ اگرچہ اس درمیان اس موضوع پر کافی لکھا گیا ہے، مگر اندازہ ہوتا ہے کہ حقانی علماء کی پوری جماعت ابھی متفقہ طور پر کسی ایک متعین نتیجہ تک نہیں پہنچ سکی ہے[لے] لہذا مجالِ کلام اور گفتگو کی گنجائش اب بھی باقی ہے۔ اسی صورتِ حال سے راقم سطور کو جرأت ہوئی کہ اپنے حقیر مطالعہ اور غور و فکر کا سلسلہ جاری رکھے اور پھر اس کے نتائج اہلِ علم کے سامنے برائے استصواب پیش کرے، بس ان سطروں کا محرک اس وقت یہی ہے — اس لیے ان کی حیثیت کسی قطعی فیصلہ یا فتویٰ کی نہیں بلکہ ایک طالب علمانہ رائے کی ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس

لہ　اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ برصغیر کے اکابر علماء — مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا مفتی محمد شفیع رح (سابق مفتی اعظم پاکستان) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ — کی اکثریت نے حق تالیف و تصنیف اور اس کے رجسٹریشن کرانے (خاص طور پر اس کی خلاف ورزی کرنے والے سے ہرجانہ لینے) کو نا جائز بتایا ہے۔ لیکن بعض دیگر علماء۔ مثلاً مولانا مفتی عبدالغنی (سابق مفتی مدرسہ امینیہ دہلی، و شاگرد حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہا اللہ) اور مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ، حق تالیف یعنی اس پر معاوضہ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (دیکھیے فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم صفحہ ۲۴۳ - ۲۴۵) اگرچہ ان دونوں قولوں کے درمیان فی الجملہ ایک نقطہ اشتراک بھی غور کرنے سے نکلتا نظر آسکتا ہے۔ (کیا عجب ہے کہ اگلی سطریں اسی کی ایک کوشش ثابت ہوں) بعض ثقہ حضرات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ بھی رجسٹریشن کے جواز کے قائل تھے، اور موجود علماء میں دار العلوم دیوبند کے مفتی مولانا نظام الدین صاحب بھی رجسٹریشن کے جواز کا رجحان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے مطبوعہ "نظام الفتاوی" سے پتہ چلتا ہے۔

مسئلہ پر غور کرتے وقت یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ اس کے کئی پہلو ہیں۔

مثلاً ۱ مصنف کا مسودہ اور اس کی خرید فروخت، ۲ مصنف کا کسی شخص کو طباعت واشاعت کا اختیار دینا اور اس پر معاوضہ لینا، ۳ طباعت کا اختیار لینے والے شخص کا اپنے اسی اختیار کا کسی دوسرے کے سپرد کرنے پر معاوضہ لینا، ۴ مصنف یا ناشر کا رجسٹری کرانا اور اس کی خلاف ورزی کرکے چھاپنے والے شخص سے، ہرجانہ، وصول کرنا، ۵ بلا اجازت مصنف یا مجاز طابع یا ناشر کی اجازت کے بغیر ــ چھاپ لینا،

ذیل میں ان شکلوں میں سے ہر ایک کا حکم شرعی دریافت کرنے کی ـــ کتاب وسنت، نیز فقہ وفتاویٰ وغیرہ کی روشنی میں ـــ ایک کوشش کی گئی ہے۔ (فإن أصبت فمن الله وإن أخطأت فمني ومن الشيطان)

اہلِ علم سے درخواست ہے کہ وہ اسے بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنی آراء سے مطلع فرمائیں، جو نہ صرف راقم السطور پر احسان ہوگا بلکہ دین وشریعت نیز امتِ مسلمہ کی ایک بہت بڑی خدمت بھی ہوگی۔

تصنیف کی فروخت | حق تصنیف وتالیف کے معنی اگر یہ ہیں کہ جس مصنف نے محنت شاقہ برداشت کرنے۔ نیز اپنا قیمتی وقت اور بسا اوقات کثیر دولت خرچ کرنے کے بعد ایک اہم تصنیف تیار کی ہے وہ اس کی قیمت وصول کرنے اور دوسرے شخص یا اشخاص کو اس تصنیف سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے پر کیا معاوضہ لینے کا حق رکھتا ہے تو شرعی اصول کے لحاظ سے۔ نیز بعض علمائے متقدمین کے ایک معمول کو سامنے رکھتے ہوئے (کچھ شرطوں کے ساتھ) اس کی گنجائش یقیناً نکلتی یا نکل سکتی ہے، کیونکہ مصنف کو اپنی تصنیف کے سلسلہ میں محنت اور وقت نیز روپیہ خرچ کرنے کی وجہ سے "صنّاع" کے بمنزل، اور اس کی تصنیف کو "مصنوع"[1] کے مثل ٹھہرایا

[1] بس یہ فرق ہے کہ عام مصنوعات سے عموماً جسم وقالب کو فائدہ پہنچتا ہے اور "تصنیف" سے قلب ودماغ کو، پھر عقل کے توسط سے بعض شکلوں میں جسم کو بھی فائدہ پہنچتا یا پہنچ سکتا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جا سکتا ہے۔ اور جیسا کہ ہر صناع کو اپنی مصنوع پر حق ملکیت شرعاً بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح مصنف کو بھی اپنی تصنیف پر یہ حق حاصل ہونے کی گنجائش نکلتی یا نکل سکتی ہے اور پھر جس طرح صناع اپنی مصنوع سے استفادہ کی اجازت دینے یا نہ دینے، نیز بلا عوض یا معاوضہ لیکر اجازت دینے میں مختار ہے، اسی طرح مصنف کو بھی یہ اختیار حاصل ہے یا حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ بھی معاوضہ لیکر اجازت دینے میں مختار ہے اسی طرح مصنف کو بھی یہ اختیار حاصل ہے یا حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ بھی معاوضہ لے سکے۔ نیز جتنے افراد کو وہ چاہے اجازت دے اور جسکو چاہے نہ دے اس کا بھی اسے کیا اختیار ہونا چاہیئے۔ عہ ہم اس بارے میں علمائے متقدمین میں سے محدثین کے طرزِ عمل سے ''استیناس'' (یعنی استشہاد) کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی مرویات کی اجازت جسے چاہتے دیدیتے تھے اور جسے مناسب نہ سمجھتے اسے منع بھی کر دیتے تھے عہ اور بعض محدثین سے معاوضہ لیکر اجازت دینا بھی منقول ہے (جیسا کہ حارث ابن اسامہ کے بارے میں شاہ عبدالعزیز رحمہ نے بستان المحدثین میں نقل کیا ہے) ے

علاوہ ازیں اصول حدیث کی مشہور معتمد کتاب ''مقدمہ ابن الصلاح'' میں اجرت لیکر حدیث بیان کرنے والوں کے بارے میں یہ تفصیل مذکور ہے۔

من أخذ على التحديث أجراً منع — حدیث سنانے اور اس کی روایت و اجازت
قلت من قبول روايته عند قوم من — پر جو شخص اجرت لے اس کی روایت کے قبول کرنے

عہ اگر کوئی شخص اپنی مصنوع شئی فروخت کر دے تو جس طرح ہر فروخت شدہ شئی کا حکم ہے کہ اس کی ملکیت نکل جاتی ہے اسی طرح مصنف کا اصل نسخہ بھی، اگر اس نے فروخت کر دیا تو وہ خریدنے والے کی ملکیت میں آجائیگا اور مصنف کی ملکیت سے نکل جائے گا، پھر خریدار کے لئے بعینہ اس نسخہ کا بیچنا جائز ہوگا۔ لیکن اگر مصنف نے صرف طباعت کا اختیار دیا ہے تو اس اختیار کے فروخت کا حق اسے ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

ے بستان المحدثین ص۳۵ از شاہ عبدالعزیز دہلوی۔

عہ لیکن اگر اجازت کے بغیر بھی کوئی استفادہ (یا روایات) کرتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک استفادہ و روایت کرنا درست ہوگا، البتہ نامناسب اور ناپسندیدہ ہوگا

أئمة الحديث .... وترخص أبو نعيم الفضل بن دكين وعلي بن عبد العزيز المكي وآخرون في أخذ العوض على الحديث، وذلك شبيه بأخذ الأجرة على تعليم القرآن ونحوه غير أن في هذا من حيث العرف خرمًا للمروءة، والظن يساء بفاعله إلا أن يقترن ذلك بعذر ينفي ذلك عنه كمثل .... ما ذكره أن أبا الحسين بن النقور فعل ذلك لأن الشيخ أبا إسحاق الشيرازي افتاه بجواز أخذ الأجرة على التحديث" [۳]

نہ کرنے میں اختلاف ہے، بعض ائمہ و محدثین منع کرتے ہیں اور بعض اجازت دیتے ہیں۔ ان میں ابونعیم عبدالعزیز مکی اور دیگر بعض محدثین شامل ہیں جو حدیث سنانے پر اجرت کو جائز کہتے ہیں اور اسے تعلیم قرآن کی اجرت کے مشابہ سمجھتے ہیں، لیکن حدیث پر اجرت لینے کو (یہ حضرات بھی) بلند اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔
اور ایسے شخص کے بارے میں حسن ظن کی گنجائش کم خیال کرتے ہیں، ہاں! ایسی اجرت اگر کسی عذر کی وجہ سے لی جائے تو مضائقہ نہیں۔ شیخ ابواسحاق شیرازی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (مجبوری یا عذر کی صورت میں

اِن صراحتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس پر معاوضہ اور اجرت لینے کے جواز کی تو بہت سے علما کے نزدیک گنجائش ہے لیکن اسے (معاوضہ لینے کو) عموماً ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ [۴] تصنیف سے فائدہ اٹھانے ہی کی ایک دوسری شکل (بلکہ پائیدار شکل) اس کی نقل حاصل کرلینا ہے۔ لہذا اسے بھی مصنف کی اجازت پر موقوف ہونا چاہیئے۔ اور موجودہ زمانہ میں نقل ہی کی گویا ایک ترقی یافتہ شکل طباعت ہے اس بناء پر طباعت کی اجازت دینے کا حق بھی مصنف ہی کو پہنچتا ہے۔ یعنی جس شخص کو مصنف طباعت کی اجازت دیگا وہ گویا مصنف کا نمائندہ ہوگا۔ اور اسی کے توسط سے اجازت لیکر قارئین و مستفیدین تصنیف سے فائدہ اٹھائیں گے۔ علاوہ اس بات کا حق بھی مصنف ہی کو ہے کہ وہ مطبوعہ

[۳] مقدمہ ابن الصلاح ص۱۲۰ مطبع قیمہ بمبئی ۱۳۵۷ھ

نقلوں (یعنی کتاب کے مطبوعہ نسخوں) کی تعداد بھی متعین کرے، کیونکہ تعداد متعین کرنا گویا اتنے افراد کو استفادہ کی اجازت دینے کے قائم مقام ٹھہرایا جا سکتا ہے، البتہ ان نقلوں یعنی مطبوعہ نسخوں کی قیمت مقرر کرنا اور ان کی قیمت لینا طابع کا حق ہوگا کیونکہ یہ نقول وہی خود یا اپنے نمائندوں کے ذریعہ فراہم کر رہا ہے اور وہ نقول (کتابیں) بذات خود مال متقوم ہیں جن کا مالک، طابع و ناشر ہے (ہر مالک کو اپنی مملوک شئی پر تصرف کا حق ہوتا ہی ہے تو ان پر۔ (مطبوعہ کتابوں) کا بھی ہوگا۔

مذکورہ بالا تفصیل کو سامنے رکھکر اگرچہ یہ کہا جاتا تو شرعاً درست نظر آتا ہے کہ مصنف کو اپنی تصنیف پر مستفید بن سے۔ بالواسطہ اور بلاواسطہ معاوضہ لینے کا فی الجملہ حق حاصل ہے بالتبہ یہ بات قابل بحث رہ جاتی ہے کہ معاوضہ دینے کا جو مروجہ طریقہ ہے کہ ناشر ہر ایڈیشن پر مصنف کو مطبوعہ نسخوں یا کتابوں کی مقدار کے لحاظ سے اپنی صوابدید کے مطابق عموماً معاوضہ دیتا ہے تو کیا اس طریقہ سے معاوضہ لینے کا معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟

مروج شکل میں عموماً پہلے سے نہ تو معاوضہ کی مقدار متعین ہوتی ہے اور نہ ادائیگی کی مدت، بلکہ بعض اوقات سرے سے کوئی اصول ہی طے نہیں ہوتا بس مصنف یا تصنیف کی مقبولیت یعنی "مانگ" پر اس کے عوض کی مقدار کو موقوف رکھا جاتا ہے۔ اس آخری صورت میں نہ صرف یہ کہ معاوضہ کی مقدار مجہول ہوتی ہے بلکہ اس کا ملنا بھی یقینی نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ صورت ان شکلوں میں شامل ہو جاتی ہے جسے "غرر" کہا جاتا ہے۔ اور "غرر" والی بیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ یہ حدیث، مستند احادیث کی کتابوں میں ملتی ہے۔

یہاں ہم صحیح مسلم (ج ۲ صـ۲) سے الفاظ حدیث نقل کر رہے ہیں۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الغرور۔ (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے

ﻉ صحیح مسلم مع شرح نووی ج صـ۲ مکتبہ رشیدیہ دہلی

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے مشہور شافعی عالم امام نوویؒ فرماتے ہیں :-

أما النهي عن بيع الغرر فهو أصل عظيم من أصول كتاب البيع ولهذا قدمه مسلم ويدخل فيه مسائل كثيرة غير منحصرة كبيع ..... المعدوم والمجهول وما لا يقدر على تسليمه وما لم يتم ملك البائع عليه ... ونظائر ذلك فكل هذا بيعه باطل لأنه غرر - الخ

اور بیع غرر سے ممانعت والی حدیث خرید و فروخت اور معاملات کے بارے میں ایک عظیم بنیاد فراہم کرتی ہے اور اس کے تحت بہت سے مسائل آتے ہیں۔ مثلاً معدوم اور مجہول اشیاء کی بیع، اور ایسی چیزوں کی بیع کہ جن کے سپرد کرنے پر بائع قادر نہ ہو جن کا وہ مالک نہ ہو اور اس جیسے دیگر بہت سے معاملات جو سب کے سب ناجائز ہیں کیونکہ "غرر" کا مصداق ہیں"

تصنیف سے فائدہ اٹھانے پر معاوضہ لینا!

خلاصہ یہ کہ اس طور پر اگر معاوضہ لینے دینے کا معاہدہ ہو جاتا ہے کہ اس میں نہ معاوضہ مجہول ہے اور نہ مدتِ ادائیگی غیر متعین ہو۔ (نیز اس کے علاوہ اور بھی کوئی ایسی شرط یا کوئی ایسا نقص نہ ہو جو شریعت کے مسلّمہ معاملاتی اصول کے خلاف ہو) تو اسے جائز کہنے کی گنجائش ہے۔ لیکن اس میں بھی معاوضہ لینا صرف اسی صورت میں درست ہوگا۔ جبکہ یہ "تصنیف" ایسے مضامین پر مشتمل نہ ہو جن کا اظہار کرنا مصنف پر شرعاً واجب تھا،

حق تصنیف میں وراثت

اوپر کی تفصیل سے چونکہ یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ تصنیف مصنوع کی طرح ایک مستقل وجود رکھنے والی، متقوم شئ ہے محض حق (حق غیر متاکد) نہیں ہے اس لئے نفس اس تصنیف (میں) وراثت کا جاری ہونا تو اصولاً صحیح ہونا چاہئے اسی طرح اس پر جو معاوضہ (مال) مصنف کو

اس کی حیات میں مل چکا ہے اگر وہ موجود ہے تو اس میں بھی وراثت کا جاری ہونا۔ ظاہر ہی ہے کہ صحیح ہوگا۔ نیز مصنف کے اپنے کئے ہوئے معاہدہ یا معاملہ کے نتیجہ میں اس کی وفات کے بعد جو معاوضہ ملیگا۔ اس میں بھی وراثت کا جاری ہونا۔ کچھ فقہی نظیروں اور بعض اصول شرعیہ کی بنا پر۔ درست نظر آتا ہے۔ مثلاً فقہ حنفی کی مشہور کتاب ردالمحتار شرح درمختار میں ایک یہ اصولی جزئیہ بھی ملتا ہے۔

" والحق المتأکد یورث [1] اور اسی اصول کی بنا پر کہا گیا ہے۔ حظ الامام۔ أی المرتب لہ من الوقف۔ لوفات یورث عنہ [2] "(شامی ص ۱۳ ج ۴)

حق طباعت اور حق وراثت کا فروخت کرنا۔

لیکن جس طرح حق ارث کا بیچنا شرعاً جائز نہیں اسی طرح مصنّف کے کسی وارث کو تصنیف کے معاوضہ کی وراثت کے حق کو فروخت کرنا یعنی اسپر نئے معاہدہ کے ذریعہ معاوضہ لینا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ حق وراثت کی بنا پر جب تک کوئی حقیقی شئی (عین) حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک وہ بس ایک ایسا حق ہے جس کی (یعنی مجرد حق وارث کی) نہ بیع ہو سکتی ہے نہ شراء۔ البتہ اگر وہ تصنیف بعینہ موجود ہو اور اسے مصنف نے معاوضہ لیکر فروخت نہ کر دیا ہو۔ تو چونکہ وہ حقیقی شئی (عین) ہے، لہذا بعینہ اس میں (اور اس کی قیمت میں بھی) وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ (یعنی اصل نسخہ کی قیمت میں) یہیں سے اس مسئلہ کا جواب بھی نکل آتا ہے کہ محض طابع یا ناشر کے لئے یہ جائز نہ ہوگا۔ کہ وہ مصنّف کی طرف سے ملی ہوئی طباعت کی اجازت کو۔ متقوم شئی " (قابل عوض) سمجھ کر اس کی خرید و فروخت کرنے لگے، اس لئے ایسی اجازت دیا اجازت کی بنیاد پر ملا ہوا حق) شرعاً متقوم " نہیں ہے۔ یعنی ایسی چیز نہیں ہے کہ اسپر مالی معاوضہ لینا درست ہو۔

---

[1] ترجمہ: متأکد حق، میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ [2] یعنی امام (حکمران) کے لئے وقف کی طرف سے مقررہ حصّہ ... [illegible]

حق طباعت کی فروخت پر مزید گفتگو

صرف حق کی بیع کی ممانعت کا پتہ اس حدیث سے بھی چلتا ہے جس میں "ولاء" کی بیع سے ممانعت کی گئی ہے (جیسا کہ صحیح مسلم ج ۱ صہ ۴۹۵ میں ہے)

اِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الولاء وعن ہبتہ (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "ولاء"[عے] کی بیع سے اور اس کے "ہبہ" سے منع فرمایا ہے) حالانکہ حق "ولاء" مذکورہ حق جیسا ضعیف حق نہیں بلکہ وہ حق متاکد کے قبیل کا ہے۔ اسلئے حق ولاء وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بیع نہیں ہو سکتی

علاوہ ازیں یہ کہ طابع یا ناشر اگر کسی دوسرے کو طباعت یا اشاعت کی اجازت دینے پر معاوضہ لیگا تو اس پر "بیع مالیس عندہ" بھی اپنے عموم کے لحاظ سے صادق آئیگا۔ جس کی ممانعت صریح و صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے (مثلاً سنن ابی داؤد صہ ۱۳۹ ج ۲ و جامع ترمذی صہ ۱۶۸ ج ۱ وغیرہ میں اس مفہوم کی متعدد احادیث میں موجود ہیں کہ جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تبع مالیس عندک (جو چیز تمہارے پاس نہو اس کی بیع حلال نہیں) اول الذکر روایت کو ترمذی نے "حسن" اور ثانی الذکر کو "حسن صحیح" کہا ہے[ل]

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی طابع کسی دوسرے طابع سے کچھ نقد رقم لیکر اسے طباعت کی اجازت دیتا ہے تو پہلا تابع وہ رقم گویا اس نقد رقم کے مقابلہ میں لیتا ہے جو اس نے (طابع اول نے) مصنف کو دی تھی۔ اس طرح گویا نقد رقم کا تقابل نقد رقم سے ہوگا۔ (جو عموماً کم و بیش ہوتی۔ بنیز اموال ربویہ میں سے ہوتی ہے) اس

ل ابوداؤد صہ ۱۳۹ ج ۲ و ترمذی صہ ۱۶۸ ج ۱،

عہ اس جگہ "تصنیف" سے مراد مصنف کا وہ مسودہ (یا کاغذی پیرہن) ہے جس کی فی نفسہ مالیت ہے نہ کہ اس کے معانی اور مضامین) عہ جو شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اسے آزاد شدہ غلام کا حق وراثت (بشرطیکہ اس کے اصل شرعی وارث نہ ہوں) حاصل ہوتا ہے اسے "ولاء" کہتے ہیں

طرح ربا کا تحقیق یا کم از کم "ربا" کے شبہ کا تحقیق ہوگا جس کی ممانعت بھی منصوص ہے اور اس شبہ کی بنا پر غلہ (خریدنے والے کے لئے اس) کی بیع قبل القبض جائز نہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔

من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ قال ابن عباس واحسب کل شیٔ بمنزلۃ الطعام۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۵۵) یعنی غلہ خرید کر اس پر قبضہ کرنے سے قبل ہرگز نہ بیچا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ہر چیز کا حکم غلہ جیسا ہے) اس ممانعت کی وجہ راوی حدیث۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

الاتراھم یتبایعون بالذھب والطعام مرجأ ۔[1] کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ عام طور پر لوگ غلہ سونے "کے عوض خریدتے ہیں حالانکہ غلہ کی وصولی بعد میں کرتے ہیں" اس وجہ کا حاصل وہی ہے جو اوپر گذر چکا، چنانچہ مشہور شارح حدیث ملا علی قاری بھی "مرقاۃ" میں یہی فرماتے ہیں۔

معنی الحدیث أن یشتری من انسان طعاماً بدینار الی اجل ثم یبیعہ منہ أو من غیرہ قبل أن یقبضہ بدینارین مثلاً فلا یجوز لأنہ فی التقدیر بیع ذھب بذھب والطعام غائب فکأنہ باعہ دینارہ الذی اشتری بہ الطعام بدینارین فھو ربوا۔ مطلہ

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے مثلاً غلہ (کی مقررہ مقدار) ایک دینار سونے کے بدلے خریدے اور غلہ کی وصولیابی کرے بغیر یہ خریدار پھر کسی تیسرے شخص کے، ہاتھ دو دینار سونے کے بدلے میں وہی غلہ فروخت کردے تو یہ شکل جائز نہیں، کیونکہ یہ تو ایسا ہی ہوگیا کہ گویا جیسے کوئی شخص ایک دینار (سونے کا سکہ) کو دو دینار کے بدلہ فروخت کردے، ظاہر ہے کہ یہ بات متفقہ طور پر حرام ہے۔

[1] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۵، مطلہ بحوالہ حاشیۂ ابو داؤد ج ۲ صفحہ ۱۳۳

مزید براں یہ کہ حقوق کی بیع کی ممانعت کے بارے میں سب سے قوی اور واضح دلیل وہ روایت ہے جو صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک ص۲۱۱ وغیرہ میں، جزوی فرق کے ساتھ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ملتی ہے۔ صحیح مسلم ص۶ ج۲ میں اس طرح ہے:-

عن أبي هريرة أنه قال لمروان أحللت بيع الربا فقال مروان ما فعلت فقال أبو هريرة أحللت بيع الصكاك وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام حتى يستوفى فخطب مروان الناس فنهى عن بيعها قال سليمان فنظرت إلى حرس يأخذونها من أيدي المسلمين"

حضرت ابوہریرہؓ نے مروان (حاکم وقت) سے کہا کہ تو نے سودی لین دین کو جائز قرار دے رکھا ہے، مروان نے کہا میں نے تو ایسا ہرگز نہیں کیا، اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے مروان سے کہا کہ تو نے "صکاک" کی بیع کی اجازت دے رکھی ہے .... تو پھر مروان نے خطبہ دیا (یعنی زبانی آرڈیننس جاری کیا) کہ "صکاک" کی بیع ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔ اس کے بعد راوی کہتے ہیں کہ اس حکم کی ایسی پابندی کرائی گئی کہ اگر حکومت کے سپاہی کسی کو "صک" فروخت کرتے دیکھتے تو اس سے چھین لیتے تھے۔

اس کی شرح میں علامہ نوویؒ رقمطراز ہیں:

صكاك جمع صك ... والمراد ههنا الورقة التي تخرج من ولي الأمر بالرزق لمستحقه بأن يكتب فيها للإنسان كذا وكذا من طعام أو غيره فيبيع صاحبها ذلك الإنسان قبل أن يقبضه [1]

"صکاک"، "صک" کی جمع ہے، یہاں اس سے مراد کاغذ (یعنی سند، یا دستاویز) ہے جو حکام کی طرف سے تنخواہ کے مستحقین کو دیدیا جاتا تھا، اور اس میں تنخواہ کی مقدار لکھی ہوتی تھی، چنانچہ وہ سند دکھا کر، تنخواہ وصول کی جاتی تھی بعض لوگ اس سند کو ہی غلہ وصول کرنے سے پہلے بیچ دیتے" (انگریزی "چیک"، پھر اردو میں لفظ چک، غالباً صک کی بگڑی شکل ہے۔)

۱؎ مسلم مع الشرح ص۶ ج۲ ۲؎ اس کی تفصیل شامی ص۱۵۱ ج۵، اور اتحاف الابصار ص۲۳۴ دیکھئے

اس روایت کی بنا پر امام ابو حنیفہ وغیرہ تو "صکاک" کی بیع کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں (اور صکاک کی بیع کے معنی حقوق کی بیع کے ہی ہوتے) لیکن امام مالکؒ اور امام شافعیؒ "صکاک" کی بیع، مالکِ اول کے لئے تو جائز کہتے ہیں، البتہ مالکِ ثانی و ثالث کے لئے یہ حضرات بھی ناجائز ہی کہتے ہیں۔ یہ تفصیل تمام شرحِ حدیث (مثلاً مسلم کی شرح نوویؒ اور اوجز المسالک[عہ] شرح مؤطا ص۳۵۵ ج ۵ میں) ملتی ہے اس تاویل سے بھی جو امام مالک وغیرہ نے کی ہے، معاوضہ لینے کی گنجائش زیادہ سے زیادہ مصنف کے لئے نکل سکتی ہے، طابع یا ناشر کے لئے نہیں نکل سکتی۔ (کیونکہ طابع کی حیثیت تو بہر حال مالک ثانی ہی ہوگی، مالکِ اول کے بمنزل اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف مصنف ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں)

زمانۂ حاضر کے بعض ہندوستانی علماء نے حق طباعت کے جواز پر فقہ حنفی کے مشہور مسئلہ "النزول عن الوظائف بمال"[عہ] (نقد مال لیکر وظیفہ کے آئندہ کے لئے استحقاق سے دستبردار ہو جانا) کے بارے میں بعض فقہاء کی رائے کی بنا پر اس جزئیہ سے استدلال کیا ہے، لیکن اس سے استدلال کرنا ضعیف بنیاد پر عمارت کھڑی کرنے کے مترادف ہوگا کیونکہ اولاً تو وہ مسئلہ خود مختلف فیہ ہے اور اکثر فقہاء کا رجحان عدم جواز ہی کی طرف ہے، دوسرے یہ کہ وظیفہ کے حق سے دستبرداری کے عوض مال لینے اور طباعت کے حق (اگر اسے حق کہنا درست ہو) کے عوض مال لینے میں بڑا فرق ہے۔ کیوں کہ وظیفہ ایسی چیز ہے۔ جس پر اگرچہ

عہ راقم سطور (۱۸ دسمبر ۱۹۷۲ء کو اخبار الجمعیۃ دہلی کے ذریعہ اس "دلیل" پر نقد کر کے شائع کر چکا ہے اور مسئلہ پر تفصیلی دمیر حاصل کلام بھی اس کا خلاصہ یہاں مذکور ہوا ہے۔ اس زمانہ میں اخبار "الجمعیۃ" کے صفحات پر یہ بحث خاصی مدت تک چلتی رہی تھی جس کے محرک ممتاز عالم اور سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ تھے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ اوجز المسالک الیٰ مؤطا امام مالک۔ کی نہایت مبسوط اور بے نظیر شرح ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے ممتاز ترین اور اہم علمی کارناموں میں سے ہے کہ جس کی نظیر عرب علماء کے یہاں بھی ملنا مشکل ہے اس کا اعتراف بعض نہایت ممتاز عرب علماء نے بھی کیا ہے۔

مستحق کی ابھی پوری ملکیت قائم نہیں ہوئی ہے، لیکن استحقاق مؤکد ہو چکا ہوتا ہے۔ بلکہ جن فقہاء نے جواز کا رجحان ظاہر کیا ہے ان کے کلام میں غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جواز اس وقت ہے کہ جبکہ مستحق کا حصہ مقرر ہو کر منتظم کے پاس آچکا ہو، گویا اس پر مستحق کا صرف قبضہ کرنا رہ گیا ہو باقی تمام مراحل طے اور مکمل ہو چکے ہوں، اس کے علاوہ حق وظیفہ اور حق طباعت میں ایک ایسا بنیادی فرق بھی ہے، جس کی موجودگی میں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، وہ فرق یہ ہے کہ حق وظائف میں وظیفہ کی مقدار متعین ہوتی ہے اور اس کا ملنا یقینی ہوتا ہے، اس کے برخلاف یہاں (حق طباعت میں) مالی منفعت کا حاصل ہونا نہ متیقن ہوتا ہے اور نہ متعین اس لئے اس کی بیع بیع غرر کے حکم میں آجائے گی جس کی ممانعت صریح حدیث میں آئی ہے۔ (اور وہ حدیث اوپر گذر چکی ہے) بلکہ کبھی تو طباعت کے بعد خسارہ اور بعض مرتبہ شدید خسارہ ہو جاتا ہے۔ (اور جب شریعت کی طرف سے یہ اصول مقرر ہے کہ "اعیان موجودہ بھی اگر مجہول یا محل خطرہ میں، ہوں تو ان کی بیع "غرر" کا مصداق ہونے کے باعث درست نہیں ہوتی" تو حقوق غیر متعینہ غیر متاکدہ، جبکہ وہ محل خطر میں بھی ہوں، تو ان کی بیع کیونکر درست ہو سکتی ہے[1])

کچھ علماء نے "النزول عن الوظائف بمال" والے مسئلہ کے جواز کی "دلیل" کے طور پر حضرت امام حسن رضؓ (سبط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خلافت سے دستبرداری کے بعد ان کے وظیفہ قبول کر لینے کو پیش کیا ہے۔ لیکن یہ استدلال ایسا ہے جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت

باقی پچھلے صفحہ سے آگے

[1] مطلب یہ ہے کہ خرید و فروخت ایسی چیز کی جائز ہوتی ہے جو واقعتہً موجود اور متعین ہو اور جس کا سپرد کرنا (بائع کے) اختیار و قدرت میں ہوا ورنہ بیع درست نہ ہوگی۔ اسی لئے دودھ جانور کے تھن کے اندر، یا مچھلی تالاب کے اندر، ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

اہل علم کے سامنے نہیں، کیونکہ جیسا کہ تمام باخبر جانتے ہیں، امام عالی مقام کا وظیفہ قبول کرنا محض خلافت سے دستبرداری کے عوض میں نہیں تھا۔ بلکہ اس کے اور بھی مصالح اور وجوہ تھے۔ پھر دست بردار خلافت سے وظیفہ تنہا انہیں ہی نہیں ملتا تھا ان کے علاوہ بھی مقدار کے فرق کے ساتھ، بکثرت ممتاز صحابہ و تابعین کو ہر زمانہ میں ملا کیا ہے۔ اس بنا پر بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ امام موصوف کے وظیفہ کو اگر کسی نے پہلے بھی خلافت سے دستبرداری کا عوض کہا بھی ہے تو وہ صرف طریق تعبیر ہے نہ کہ حقیقت کا اظہار۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے (احادیث نبوی نیز شریعت کے مسلمہ اصول اور مختلف و متعدد فقہی نظائر کی روشنی میں) کہ محض حق طباعت کے عوض مال لینے کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس حق کی حیثیت بس، اجازت کی ہے، جس سے مصنف کی طرف سے مستفیدین کو تصنیف کی نقلیں فراہم کرنے کی صورت میں استفادہ کی اجازت دینے کا اُسے حق حاصل ہوا ہے (اور نقلیں مہیا کرنے کے عمل کی بنا پر وہ مالی منفعت کا بھی مستحق ہوتا ہے) البتہ مصنف کو اس کی تصنیف کا عوض ملنا متعدد شرطوں کے ساتھ جائز معلوم ہوتا ہے۔ جن کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے

خلاصۂ بحث

خلاصۂ بحث یہ کہ مصنف کو اپنی تصنیف پر، کتاب کے لکھنے کے بعد وہ جس شکل میں بھی ہو اس پر معاوضہ لینے کی شرعاً گنجائش معلوم ہوتی ہے (بشرطیکہ وہ کتاب یا تصنیف ایسے مضامین پر مشتمل نہ ہو جن کا بیان کرنا، تحریراً مصنف پر واجب ہو) مصنف اگر بعینہ وہ کتاب کسی شخص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تب تو اس کی قیمت یا عوض کے لینے کا جواز ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ وہ ایک مستقل وجود رکھنے والی، نافع اور مباح الاستعمال شئی (مال متقوم) ہے، لیکن اگر مصنف اصل کتاب کو (مجموعۂ اوراق کی شکل میں) فروخت نہیں کرتا بلکہ اس کتاب سے استفادہ کا معاوضہ لیتا ہے تو یہ شکل بھی جائز ہے

(شروع میں ذکر کئے گئے بعض محدثین کے معمول کی بنیاد پر) چاہے جتنے لوگوں کو استفادہ کی وہ اجازت دے۔ اس میں وہ مختار ہے۔

کسی ناشر کو طباعت کی اجازت دینا گویا لوگوں کو ناشر کے واسطہ سے اس کتاب سے استفادہ کی اجازت دینا ہے۔ اس لئے کتاب کی اشاعت کی تعداد مقرر کرنے کا بھی مصنف کو ہی اختیار ہوگا۔ اب یہ اجازت یافتہ شخص طابع یا ناشر مستفیدین اور مصنف کے درمیان بمنزل، واسطہ کے ہوگا جس طرح یہ واسطہ مصنف اور کتاب سے فائدہ اٹھانے والوں کے درمیان۔ کتاب کے پہنچانے کے لئے ہے۔ اسی طرح یہ شخص (طابع یا ناشر) فائدہ اٹھانے والوں سے معاوضہ لیکر اسے مصنف تک پہنچانے کے لئے بھی واسطہ ہے۔ اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ مصنف کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی تصنیف سے فائدہ اٹھانے والے ہر شخص سے معاوضہ لے۔ اس کی امکانی اور عملی شکل یہی ہے کہ تصنیف کی نقل (یعنی مطبوعہ کتاب) حاصل کرنے والے ہر شخص سے معاوضہ لے۔ جس کے وصول کرنے کے لئے۔ ناشر۔ مصنف کی طرف سے بمنزل وکیل کے ہوا اور کتاب کی نقل (مطبوعہ نسخہ) فراہم کرنے کی بنا پر یہ ناشر بھی اس بات کا مستحق ہوا کہ وہ بھی اپنے اُس عمل کا معاوضہ لے سکے۔

پھر وہ مطبوعہ نسخہ چونکہ ناشر کی ہی ملکیت ہے (اور جو بذات خود بھی مال متقوم ہے) اس لئے اس کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار بھی ناشر کو ہوگا مصنف کو نہیں، البتہ مصنف کو استفادہ کا عوض مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی بنیاد پر ہر مطبوعہ نسخہ کی فروخت پر وہ (یعنی مصنف) کچھ عوض مقرر کر سکتا ہے۔ اور میانہ، ناشر سے براہ راست یا بالواسطہ۔ کتاب خریدنا گویا استفادہ کی اجازت کا عوض مقرر کرنا مصنّف کا۔ اگر مصنف نے استفادہ کے لئے کوئی عوض مقرر کرکے اسے وصول کرنے کا ذمہ دار طابع کو بنایا ہے تو مقررہ عوض ہر مستفید شخص سے لیکر۔ یہ طابع (ناشر) مصنّف تک پہنچانے

کا از روئے معاہدہ مکلف ہوگا۔

اگر مصنف نے ناشر کو یہ اختیار بھی دے دیا ہو کہ جسکو وہ چاہے بلا عوض بھی استفادہ کی اجازت دے سکتا ہے تو یہ ناشر مصنف کو عوض دیئے بغیر بھی کتابیں کسی کو (بلا قیمت یا بقیمت) دے سکتا ہے۔ اگر مصنف نے بلا عوض استفادہ کیلئے کوئی حد مقرر کردی ہے تو بس وہ اسی حد سے بقدر عوض کا مستحق نہ ہوگا۔ (بقیہ کا ہوگا) لیکن ایک سوال یہاں پھر بھی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ مصنف کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے اس کی تصنیف کا چھاپنا اور اس کی (قیمتہ یا بلا قیمت) اشاعت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

"بلا اجازت مصنف" کتاب چھاپنا

راقم سطور کو اس کے عدم جواز کی کوئی دلیل قطعی - اب تک - نہیں مل سکی ہے۔ البتہ اگر مصنف نے قانون ملکی کے ذریعہ۔ کتاب رجسٹرڈ کرا کر - دوسروں کو (با مجاز شخص کے علاوہ کسی اور کو) چھاپنے سے منع کردیا ہو تو ایسی صورت میں اس کا چھاپنا (قانونِ ملکی کے پابندی کرنے والے عام اصولی معاہدہ کی رو سے) شرعًا بھی ممنوع ہو سکتا ہے ؎ کیونکہ مصلحۃً بعض مواقع پر (جہاں کوئی اور شرعی قباحت لازم نہ آئی ہو) کسی مباح فعل کی ممانعت کا اختیار حکومت وقت کو ہے، پھر اس ممانعت کی پابندی کرنا۔ معاہدۂ قانون ملکی پر عمل کی وجہ سے۔ شرعًا بھی ضروری ہوگا۔ (بشرطیکہ کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہ کردیا گیا ہو) البتہ اس صورت میں بھی بلا اجازت چھاپ کر فروخت کرنے والے سے ہرجانہ وصول کرنا جائز نہ ہوگا۔ لیکن قانونِ حکومت کی خلاف ورزی پر حکومت کی طرف سے (علیحدہ) تعزیر کیجا سکتی۔ یعنی اسے سزا دی جا سکتی ہے۔

؎ جن حضرات نے "پیغام نکاح" جیسے مسائل پر قیاس کرکے کسی دوسرے شخص کو کتاب کی اشاعت سے منع کردینے کی گنجائش پر استدلال کیا ہے اس کا حاصل بھی زیادہ سے زیادہ یہی نکلتا ہے کہ بلا اجازت چھاپنا ممنوع ہو، لیکن خلاف ورزی کی صورت میں مالی "ہرجانہ" کا جواز اس سے بھی نہیں نکلتا کیونکہ پہلے کسی شخص کے پیغام دیئے جانے کے بعد اگر دوسرا شخص پیغام دے بھی دیتا ہے تو ایسا کرنا از روئے حدیث ممنوع ہونے کے باوجود اس پر مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں۔ رہا یہ احتمال کہ اس طرح مصنف کی اجازت کے بغیر تصنیف سے استفادہ ہوگا سو اوپر گذری تفصیل سے یہ ممنوع ہونا چاہیئے لیکن اجازت کے بغیر استفادہ شرعًا حرام نہیں ہے۔ (زیادہ سے زیادہ نامناسب ہوگا)

مذکورہ بالا تفصیلات ہی سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ مصنف نے اپنا جو نسخہ طالب یا کسی بھی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے وہ خرید کردہ نسخہ تو خریدار۔ جس قیمت پر چاہے اور جس کے ہاتھ چاہے شرعاً فروخت کر سکتا ہے، لیکن اگر کسی شخص کو مصنف نے صرف طباعت واشاعت کی اجازت دی ہے تو یہ مجاز شخص (طابع وناشر) اس "اجازت" کو فروخت نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کسی اور کو چھاپنے کی صرف "اجازت دینے پر روپیہ (مالی عوض) نہیں لے سکتا۔ کیونکہ" صرف اجازت ایسی چیز نہیں جسے شرعاً خرید و فروخت کیا جا سکے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

اہل علم سے مکرر گذارش

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا، یہاں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ "فتویٰ" نہیں بلکہ طالب علمانہ انداز پر اس مسئلہ کے حل کی ایک کوشش ہے کہ جس سے کتاب وسنت۔ نیز مسلمہ فقہی اصول ونظائر کی روشنی میں "مصنف" کے لئے مالی منفعت کا جواز نکلتا اور اس کی سعی بلیغ کے لئے معاوضہ کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اہل علم سے مکرر مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنی گرانقدر اور قیمتی آراء سے راقم کو مطلع فرما کر ممنون بنائیں۔